www.abdulhaq.info/life

میں بھی ان کا تذکرہ موجود ہے۔ ان کے معرکوں کی گونج تاریخ کے صفحات میں ہمیشہ سُنی جائے گی۔ آپ کے مناظروں میں حقیقت و صداقت اور علم و حکمت کا مواد ہوتا تھا اور نازک سے نازک مقام پر بھی حوصلہ مندی اور اسلامی اخلاق کا معاملہ کرتے۔ آپ کا مناظرہ و مباحثہ فیصلہ کُن ہوتا تھا۔ جس کا اعتراف اپنوں کو ہی نہیں بلکہ غیروں کو بھی ہے۔ غیر مذاہب کے علُوم پر آپ کی گہری نظر تھی۔ جو کوئی عدُو مقابل آیا وہ سرنگوں رہا۔ غلبۂ حق اور ابطال باطل کے میدان میں بھی حضرت مولٰناؒ مرحوم کی خدمات لائقِ تحسین ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ایسے انسان کبھی کبھی آتے ہیں اور جب جاتے ہیں تو عظیم خلاء چھوڑ جاتے ہیں۔ تاہم وہ مرتے نہیں موت ان کے لئے حیاتِ جاوداں کا دروازہ ہوتی ہے۔ ان کا چلن پیچھے آنے والوں کے لئے زندگی کے سفر میں چراغِ راہ کی حیثیّت رکھتا ہے۔

حضرت مولٰناؒ کی وفات سے قوم کو کافی دھکا لگا ہے۔ آنکھیں اشکبار ہیں اور دِل غمگسار لیکن کلّ من علیھا فان ویبقیٰ وجہ ربّک ذوالجلالِ والاکرام کی اٹل حقیقت بھی سامنے ہے اس لئے رضاء بالقضاء کا تقاضا یہی ہے کہ ہم اپنے عزیز بزرگ کی جُدائی میں انّا للہ وانّا الیہ راجعُون کہیں اور ان کے حق میں دُعا کریں کہ اللہ تعالےٰ مرحوم کے مدارج بیش از بیش بڑھائے اور قیامت میں ان کا حشر صدیقوں اور ابرار کے ساتھ کرے۔ آہستہ آہستہ ہمارے بزرگ گزرتے جاتے ہیں اسی طرح ہم بھی ایک دن چلے جائیں گے، لیکن یہ دیکھ کر دُکھ ہوتا ہے کہ جو چلا جاتا ہے اس کی جگہ لینے کے لئے کوئی دوسرا آگے نہیں آتا۔ تاہم اتنا تو ہو سکتا ہے کہ جو شمع انہوں نے جلائی تھی اگر ہم اس کی روشنی میں اضافہ نہیں کر سکتے تو کم از کم اس کی تابناکی میں کمی نہ آنے دیں اور اس روشنی کو دُنیا کے تاریک مقامات تک پہنچاتے رہیں۔ ہمیں ضرورت ہے کہ ہم اُن سے کچھ سیکھیں اور ان کے راستہ پر چلیں۔ آج بھی ہمیں رجال کی ضرورت ہے جو اُن کی طرح سوچ سکیں اور ان کی طرح محنت کر سکیں۔ مَیں نہیں جانتا کہ حضرت مولٰناؒ جیسے لوگ اب پیدا ہوں گے یا نہیں میں تو صرف یہ جانتا ہوں کہ ہمیں ان کی ضرورت ہے۔ میں نوجوانوں سے کہوں گا کہ وہ حضرت مولٰناؒ کی طرح بننے کی کوشش کریں۔ حضرت مولٰناؒ اس دُنیا سے تشریف لے گئے اور اپنے ساتھ علوم و معارف اور کمالات کے خزانے بھی لے گئے۔ لیکن جو کچھ چھوڑ گئے وہ بھی کم نہیں۔ موجودہ اور آئندہ نسلوں کی علمی اور دینی رہنمائی کے لئے اس میں بڑا قیمتی سامان موجود ہے۔ اس منتشر سرمایہ کو اکٹھا کیا جائے۔ مولانا مرحوم کی خدمات کا اعتراف کرنے اور ان کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کا یہی بہترین طریقہ ہے۔ ان کی زندگی میں ہمارے لئے خدمت و عمل کا سبق ہے۔

مَیں آپ کی زندگی کے صرف چند دیگر واقعات جو ذاتی طور پر میرے مشاہدہ میں آئے ہیں لکھنا چاہتا ہوں۔ ۱۹۲۵ء کے لگ بھگ نہر کے کنارے جہاں اب مسلم ٹاؤن آباد ہے احمدیہ بستی بنانے کے خیال سے حضرت سیّد محمد حسین شاہ صاحب مرحوم نے ایک منصوبہ بنایا اور وسیع قطعہ اراضی خرید کر احباب جماعت کو پلاٹ لینے کی دعوت دی۔ جن معدودے چند احباب نے اس سے فائدہ اُٹھایا، حضرت مولٰناؒ عبدالحق صاحب ودیارتھی اُن میں سے ایک تھے وہ ایک جرأت مند اور فعّال انسان تھے۔ اُنہوں نے پلاٹ لیا اور جلد ہی مکان بھی تعمیر کر لیا۔ شاہ صاحب مرحوم نے قریب ہی مسجد بھی بنا دی۔

۱۹۳۷-۳۸ء میں حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علیؒ نے بھی اپنی کوٹھی اسی مسجد کے پاس بنا لی۔ اس طرح حضرت مولاناؒ کو جی بھر کر امیر مرحوم سے فیضیاب ہونے کا قریبی موقع ملا۔ روز مرّہ نمازوں کے اوقات میں شمولیت اور نماز کے مواقع بھی میسّر آنے لگے۔ بعد کے زمانہ میں مجھے بعض دفعہ حضرت امیر مرحوم کے ہاں لاہور آ کر رہنے کی سعادت نصیب ہونے لگی۔ ایسے موقعوں پر حضرت مولٰنا عبدالحق صاحبؒ اور حضرت امیر مرحوم کی باہمی محبت اور ان کے ایک دوسرے کے قریب رہنے کی برکات کا نقشہ دیکھتا تو مجھے اس زندگی پر رشک آتا۔

حضرت امیرؒ کو حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ پر بڑا ہی فخر تھا۔ وہ ایک باوفا ساتھی تھے جن کی وفاداری اور استقامت میں کبھی بھی سرِ مُو فرق نہ آیا۔ مَیں نے سُنا ہے کہ کسی موقعہ پر ایک شخص نے آپ (حضرت امیر) پر اعتراض کیا کہ آپ کی جماعت نے کیا کام کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ "ہم نے ایک عبدالحق پیدا کیا ہے یہ کوئی چھوٹا کام ہے"۔ ایک عبدالحق کا پیدا ہو جانا واقعی ایک بہت بڑا کارنامہ ہے جس میں حضرت امیر مرحوم کی براہِ راست تربیّت اور ان کے فیضانِ صحبت کا بڑا دخل تھا۔

۱۹۴۴-۴۵ء میں حضرت مولانا عبدالحق رح کی اہلیہ مرحومہ بیمار ہو گئیں اور ایک لمبے عرصہ کے لئے بغرض علاج ڈاڈر سینی ٹوریم میں داخل رہیں دریں اثنا مولانا مرحوم بھی بچوں سمیت ان کے ساتھ رہے اس طرح ہمیں بھی ان سے مُلاقات اور ان کی محبت اور فیضانِ صحبت کی سعادت نصیب ہوتی رہی۔ اس اثناء میں ان کی زندگی کو بھی قریب سے دیکھا۔ پرکھا۔ ان کی بیمار بیگم صاحبہ کو دیکھنے کے لئے مَیں روزانہ اور بعض دفعہ دن میں زیادہ بار بھی جایا کرتا تھا۔ اس طرح ان کی خانگی زندگی کی جھلکیاں بھی میری نظر سے گذرتی رہتی تھیں۔ میں نے دیکھا کہ اُن میں غیر معمولی قوّتِ برداشت اور حلم و صبر پایا جاتا ہے۔ اور سخت خانگی دشواریوں کے اندر بھی ان کے چہرے کی شگفتگی برقرار رہتی۔

غرضیکہ ان کے اخلاق فاضلہ کا سِکّہ ہمارے دِلوں پر بیٹھ گیا۔ آپ کا تقوےٰ و طہارت اور آپ کی پاکیزہ زندگی تو ایک نمایاں چیز تھی۔ اس زمانہ میں نمازِ مغرب و عشاء کا درمیانی وقت درسِ قرآن و حدیث اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتُب کے پڑھنے سُننے میں گذارنا ہمارا روز مرّہ کا معمول تھا۔ ہماری درخواست پر حضرت مولٰناؒ اس زمانہ میں درس قرآن کریم دیتے رہے۔ جس حصّہ قرآن کریم کا انہوں نے ان ایام میں درس دیا اس میں سورۃ الکہف بھی تھی۔ جس کی تفسیر انہوں نے کئی روز میں بیان فرمائی۔ سامعین جن میں غیر از جماعت احباب بھی موجود ہوتے تھے ان کے علمی کمالات سے بے حد متاثر ہوتے۔

ڈاڈر سینی ٹوریم سے ریٹائر ہو کر مَیں نے ایبٹ آباد میں سکونت اختیار کر لی تو موسم گرما میں وہاں روزانہ سالانہ جلسوں کا انعقاد ہونے لگا اور سمر سکول کے نام سے وہاں تین ہفتوں کے تربیتی کورس

www.abdulhaq.info/life

بھی شروع ہوئے جن میں بیرونی جماعتوں کے نوجوان اور بزرگ اساتذہ حضرات بھی شریک ہوتے تھے۔ ایسی تقریبات۔ ہر بار میں نے حضرت مولانا کو شمولیت کے لئے دعوت دی تو ہر بار اُنہوں نے بطیب خاطر اسے قبول فرمایا۔ پیرانہ سال کے باوجود سفر کی صعوبت کو خوش دلی سے برداشت کیا اور اپنی صحبت اور فیضان سے ہمیں مستفید فرمایا۔ ایسے جلسوں کے بعد میں ہر بار انہیں چند دن کے لئے اپنے ہاں قیام و آرام کرنے کی درخواست کرتا تو آپ دو چار دن میری خاطر ٹھہر جاتے۔ میرا دل چاہتا تھا کہ وہ کافی دن آرام کریں اور لاہور کی گرمی سے محفوظ ہو جائیں تا کہ ان کی صحت پر بھی اچھا اثر ہو۔ لیکن زیادہ قیام کے لئے مولانا رحمہ کبھی تیار نہ ہوتے۔

ایک سال مجھے معلوم ہوا کہ ان کی صحت لاہور کی شدت گرمی کی وجہ سے اچھی نہیں رہتی تو اُن سے اصرار کیا کہ ایبٹ آباد آجائیں اور ان کے لئے ٹھہرنے کا علیحدہ حصہ مکان میں انتظام کیا تاکہ وہ سکون و اطمینان سے اپنا علمی کام بھی جاری رکھ سکیں۔ وہ تشریف لائے لیکن ہفتہ عشرہ سے زیادہ قیام پر راضی نہ ہوئے اور لاہور واپس تشریف لے گئے۔

۱۹۷۴ء کے آخر میں مَیں نے لاہور آکر دارالسلام میں رہائش اختیار کر لی تو شروع شروع میں حضرت مولانا رح کے خطبات سُننے کے لئے مسلم ٹاؤن کی احمدیہ مسجد میں نماز جُمعہ پڑھنے جاتا۔ پھر جب یہ فیصلہ ہُوا کہ دارالسلام کی نو تعمیر شدہ جامع مسجد کو بھی آباد کیا جائے اور نماز جمعہ وہاں بھی پڑھائی جائے۔ تو میں نے حضرت مولانا رح سے درخواست کی کہ وہ یہاں جُمعہ پڑھایا کریں۔ وہ دو چار بار تشریف لائے بھی لیکن اس خیال سے کہ مسلم ٹاؤن کی مسجد ان کے بغیر غیر آباد ہو جائے گی انہوں نے دارالسلام آنا بند کر دیا اور مسلم ٹاؤن کی مسجد میں ہی جُمعہ پڑھاتے رہے۔ البتہ عیدین کی نمازوں اور دیگر خاص تقریبات کے لئے وہ دارالسلام ہی تشریف لاتے رہے۔

اپریل ۱۹۷۶ء میں جب امریکہ کے بلالی مسلمانوں کے چیف امام مسٹر والس ڈی محمدؐ ہمارے جہان کی حیثیت سے لاہور تشریف لائے تو انہوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب سے ملنا چاہتے ہیں اور وہ اپنے بھائی مسٹر ہربرٹ محمدؐ اور بھتیجے مسٹر سلطان محمدؐ کی معیت میں حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مَیں بھی ان کے ساتھ تھا۔ وہ بڑی عقیدت اور ادب و احترام سے حضرت مولانا سے ملے۔ جناب والس ڈی محمدؐ صاحب نے کہا کہ:-

"آج میری ایک پُرانی آرزو پُوری ہوئی ہے کہ مجھے "محمدؐ ان ورلڈ سکرپچر" جیسی مایۂ ناز کتاب کے مؤلّف و مصنّف کی زیارت نصیب ہوئی ہے۔ مَیں نے آپ کی کتاب تین بار پڑھی ہے یہ بہت عظیم الشان ریسرچ ورک ہے جس کی مثال علمی دنیا میں نہیں ملتی۔"

دوران گفتگو میں نے حضرت مولانا کو مخاطب کر کے عرض کیا کہ آپ انہیں اپنی زبانی بتائیں کہ آپ نے بُدھ مت کی الہامی کتاب کے حوالہ کی تلاش میں کہاں کہاں کا سفر کیا تو آپ نے اپنے مخصوص انداز میں اپنی سرگذشت سُنائی کہ کیسے پہلے لندن گئے اور وہاں برٹش میوزیم میں اس کتاب کو تلاش کرتے رہے۔ جب کامیابی نہ ہوئی تو امریکہ گئے اور سان فرانسسکو اور نیویارک کی لائبریریوں میں تلاش کرتے رہے۔ وہاں پر کسی نے انہیں بتایا کہ یہ کتاب انہیں اڈیار (مدراس) کی تھیوسوفیکل سوسائٹی کی لائبریری میں ملے گی تو وہ امریکہ سے مدراس پہنچے، وہاں پتہ چلا کہ اس کتاب کا ایک ہی نسخہ ہے جو سیلون کی ایک لائبریری میں ہے، چنانچہ وہاں سے وہ کولمبو گئے اور اس طرح انہیں اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہُوئی۔

محترم والس ڈی محمدؐ صاحب قریباً آدھ گھنٹہ حضرت مولانا رح کی خدمت میں رہے اور ان کی باتیں سُنتے رہے۔ جب اُن سے رخصت ہونے لگے تو مجھے یُوں محسُوس ہوا کہ گویا ان کی زندگی کی ایک پرانی خواہش پوُری ہوگئی ہے۔

یہ اپریل ۱۹۷۶ء کا واقعہ تھا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد انہوں نے آنکھ کا اپریشن کرایا جو بدقسمتی سے کامیاب نہ ہوا۔ ان کی آنکھ سے ہر وقت پانی بہتا تھا جو بار بار انہیں پونچھنا پڑتا تھا۔ یہ بات ان کے لئے مستقل پریشانی کا موجب تھی۔ ویسے بھی اس زمانے کے بعد ان کی عام صحت کمزور ہوگئی تھی۔ ان کی بڑی صاحبزادی مسز عزیز احمد صاحبہ انگلستان رہتی ہیں۔ ان کی بار بار درخواست پر آپ انگلستان تشریف لے گئے۔ وہاں آنکھوں کا معاینہ کروایا لیکن انہیں خاص فائدہ نہ ہوا۔ آنکھ کے علاج سے بڑھ کر ان کے پیش نظر اپنی کتاب "محمد ان ورلڈ سکرپچر" کو اپنے حسب منشاء چھپوانے کا کام تھا۔ اس کام کے لئے وہ کافی دن وہاں ٹھہرے رہے لیکن جہاں تک مجھے معلوم ہے ان کی موجودگی میں وہ کام مکمّل نہ ہوسکا۔ سردیاں آگئیں اور وہ واپس وطن لوٹ آئے۔ ان کے قیام انگلستان کے زمانہ میں مجھے بھی وہاں جانے کا اتفاق ہُوا اور چند بار ان کی خدمت میں حاضر بھی ہوا۔ عیدالفطر کی نماز کے لئے وہ احمدیہ ہاؤس بھی تشریف لے گئے۔ میرا جی چاہتا تھا کہ عید کا خطبہ وہ دیں لیکن ان کی کمزوری کے پیش نظر ان سے یہ درخواست کرنے کی کسی کو جرأت نہیں ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ ان دنوں میں وہ اکثر خاموش بیٹھے رہتے تھے جس سے مجھے اندیشہ ہوا کہ انکی طبیعت کی کمزوری کچھ زیادہ ہی بڑھ چکی ہے۔ ۱۹۷۶ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر آپ نے ایک گھنٹہ سے کچھ زیادہ دیر تک تقریر فرمائی جو حسب معمول معارف قرآنی سے لبریز تھی۔ یہ مجمع نے کمال توجہ اور شوق سے سُنی۔ اس وقت کسے معلوم تھا کہ وہ انہیں آئندہ جلسہ میں نہ دیکھ سکیں گے۔

اگست ۱۹۷۷ء کے آخری ہفتہ میں میرا انگلستان جانے کا ایک بار پھر پروگرام بن گیا۔ اس سفر پر روانگی سے ایک دو روز پہلے میں مرحوم بزرگ رح کی خدمت میں الوداعی سلام کے لئے حاضر ہوا۔ وہ اُوپر کی منزل سے نیچے تشریف لے آئے ان کی بہتر حالت دیکھ کر مجھے اطمینان سا ہوگیا لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ مَیں انہیں آخری بار مل رہا ہوں اور الوداعِ الٰہی سے نصیب یا فتہ اس پاکیزہ اور حسین چہرے کو میں پھر نہ دیکھ سکوں گا۔ غالباً انہیں بھی اس بات کا علم نہ تھا کہ ہم

(باقی صفحہ ۳۱ کالم ۲)

www.abdulhaq.info/life

ایک مُبارک زندگی کا مُبارک انجام۔ بقیہ ص ۸

دونوں کی یہ آخری مُلاقات ہے۔

میں انگلستان میں ہی تھا کہ محترم جناب میاں نصیر احمد فاروقی صاحب کے خط سے جو انہوں نے اپنی ہمشیرہ کو لکھا تھا حضرت مولاناؒ کی وفات کی رُوح فرسا خبر ملی۔ خط سے مولانا کے آخری اوقات کی کچھ ایمان افروز باتیں بھی معلوم ہوئیں جو ان کے خاتمہ بالخیر کی نشاندہی کرتی تھیں۔ مثلاً یہ کہ محترم فاروقی صاحب ان کی وفات سے ایک روز پہلے مولاناؒ کی عیادت کے لئے گئے تو حضرت مولاناؒ نے ان کو اپنا خواب یا کشف سُنایا کہ "حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ تشریف لائے ہیں اور ان سے فرما رہے ہیں کہ بستر باندھیں اور میرے ساتھ حج کے لئے چلیں"۔ خواب سُن کر جناب فاروقی صاحب نے ہنس کر مولانا صاحبؒ سے کہا کہ اس طرح مجھے حضرت امیر مرحوم اپنے ہمراہ لے جائیں تو میں ابھی تیار ہوں پھر دونوں ہنسنے لگے۔

فاروقی صاحب نے خط میں یہ بھی لکھا کہ عجیب واقعہ ہے کہ حضرت مولاناؒ کی وفات اُن ساعتوں میں ہوئی جب عرفات کے میدان میں حج ہو رہا تھا۔ خود فاروقی صاحب کو اس سانحۂ جانگداز کی خبر جس وقت پہنچی وہ ٹیلیویژن کے سامنے حج کی فلم دیکھ رہے تھے جو اس وقت خلائی سیارے کے ذریعہ میدان عرفات سے براہ راست ٹیلی کاسٹ ہو رہی تھی۔ ایک مبارک زندگی کا یہ مبارک انجام ہُوا۔ حضرت مولاناؒ اس جہان میں جنتی زندگی جیئے اور آثار سے عیاں ہے کہ ان کی اس زندگی کا خاتمہ بھی بالخیر ہُوا۔ ہماری دُعا ہے اور خداوند ذوالمنن کی بارگاہ سے یقین کی حد تک اُمید بھی رکھتے ہیں کہ ان کا مقام اس زمرۂ ابرار میں ہو جن کے متعلق قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے:—

"اولٰئک هم الوارثون الذین یرثون الفردوس هم فیها خالدون۔"

(وہی لوگ تو وارث ہیں جو بہشت کے وارث ہونگے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے)